"میں تمہاری مدد کروں گا" I shall help you

(حقیقۃ الوحی' ص ۳۰۴' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

تمہیں امرتسر جانا پڑے گا (ص ۳) You have to go to A[illegible]ar

معقول آدمی (ص ۸۴) Fair man

(البشریٰ' جلد دوم' مجموعہ الہامات مرزا قادیانی)

محترم قارئین! یہ بے روح الفاظ' یہ بے تکے فقرے' یہ آوارہ جملے اور یہ بے ڈھنگی عبارتیں' کیا یہ اللہ کا کلام ہے؟ نہیں' ہرگز نہیں۔ یہ سراسر شیطانی بکواس ہے جو شیطان نے مرزے کی زبان کے توسط سے کی ہے۔

شیطان مردود نے مرزا قادیانی کا ایمان چھین لیا۔ اسے مرتد بنا دیا۔ اس سے عقل و خرد چھین لی۔ اسے بے بصارت و بے بصیرت کر دیا۔ اسے جہنم کا دائمی مکین بنا دیا اور پھر سب کچھ چھیننے کے بعد اس کی عزت بھی لوٹ لی۔ حوالہ ملاحظہ فرمایئے! مرزا قادیانی کا ایک مرید قاضی یار محمد اپنے ٹریکٹ نمبر ۳۴ موسومہ "اسلامی قربانی" ص ۱۲ پر لکھتا ہے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہوگئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے"۔

آیئے ہم سب پڑھیں

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اور آیئے ہاتھوں کا کشکول بنا کر اللہ سے دعا مانگیں۔

الٰہی محفوظ رکھنا ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

نوٹ: "تذکرہ" مرزا قادیانی کے کشوف' الہامات' رویا اور وحی کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور تذکرہ نعوذ باللہ قادیانیوں کا قرآن بھی ہے۔

مقالہ خصوصی
قسط نمبر ۴

حکیم محمود احمد ظفر

جمہوریت ایک فتنہ اور فراڈ

کچھ عرصہ قبل امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی۔ اس میں امریکی زندگی کا ایسا گھناؤنا نقشہ پیش کیا گیا ہے جس کے تصور سے جسم میں لرزہ پیدا ہو جاتا۔ اس کتاب کی امریکہ میں اتنی پذیرائی ہوئی کہ اس کے صرف مارچ ۵۶ میں تین ایڈیشن یکے بعد دیگرے شائع ہوئے۔ کتاب میں لکھا ہے:

"اب جبکہ ہم اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالتے ہیں تو حالات یکسر تبدیل شدہ دکھائی دیتے ہیں۔ آج ہمارے ہاں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی زیادتی ہے۔ اب عورتوں کو آزادی ہے۔ لہذا وہ ہمارا پیچھا کرنے میں بھی آزاد ہیں...... مردوں کی چشم التفات ان کے لئے ایسی جنس نایاب ہے جس کے لئے انہیں سخت مقابلہ کرنا پڑتا ہے"

"آپ کو اب بیسواؤں کے ہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ ٹیلیفون پر انہیں گھروں میں بلا تکلف بلا سکتے ہیں۔ اس تغیر نے اس پیشہ کے معاشی پہلو میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اب نہ تو مکانوں کی ضرورت ہے اور نہ سرمایہ کی۔ چکلوں میں سوائے نچلے طبقہ کے اور کوئی نہیں جاتا۔"

"بیسواؤں کو اب کمپنی گرلز (Company Girls) کے لقب سے بلایا جاتا ہے۔ اس سے سارا معاملہ ڈاکٹر کی طرح فون پر ہی طے ہو جاتا ہے اور ڈاکٹر کی طرح ہی انھیں مہینے کے آخر میں بل کی ادائیگی کر دی جاتی ہے۔ بعض لوگ انھیں کال گرلز (Call Girls) یا پارٹی گرلز (Party Girls) کے ناموں سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ ضرورت کے وقت انھیں دعوتوں میں بھی بلایا جاتا ہے۔ یہ مہذب رنڈیاں تلاش روزگار میں ایک ریاست سے دوسری ریاست میں جاتی رہتی ہیں۔"

"صحبت ہم جنس (Homoseruality) جس کا رواج زیادہ تر مردوں میں تھا اب عورتوں میں بھی عام ہو رہی ہے۔ کوئی بیوقوف انسان ہی قوم کی اس ابتر اخلاقی حالت کو نظر انداز کر سکتا ہے"۔

یہ ایک مختصر خاکہ ہے اس جنسی بے راہ روی کا جو امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور مہذب جمہوری ملک میں ہو رہی ہے۔ یہی حالت بلکہ اس سے بھی بدتر یورپ کے جمہوری ممالک میں ہے۔ اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو یہ سب کچھ جمہوریت کے برگ و بار ہیں اور اس جنسی بے راہ روی کو پھیلانے میں پبلک کے ساتھ ساتھ حکومت کا بھی ہاتھ ہے۔

۱۱- جماعتی تعصب اور گروہ بندی بھی جمہوریت کے لئے ایک لازمی اور ضروری شے ہے۔ اور یہ سماج کے لئے ایک نہایت مہلک چیز ہے۔ اس مہلک مرض کا اثر یہ ہوتا ہے کہ حق گوئی اور حق پسندی کا جوہر اور وصف جو معاشرہ کے لئے ایک روح کی حیثیت رکھتا ہے، لوگوں میں بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں قوم

کی اخلاقی تباہی یقینی ہو جاتی ہے۔ پھر یہی جماعتی استیلا اکثریت کے ظلم پر منتج ہوتی ہے۔ جو جمہوریت کی بد ترین خصوصیت ہے۔

۱۲۔ جمہوریت میں قانون سازی کے اختیارات برسر اقتدار پارٹی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر مملکت کی تمام پارٹیاں قانون سازی میں حصہ لیتی ہے لیکن مرضی اکثریتی پارٹی کی چلتی ہے۔ اس اکثریتی پارٹی میں جماعتی نظم (Party Dicipline) کا دہانہ ہر ایک کے منہ پر چڑھا ہوتا ہے جس کی وجہ سے حق کا دم اس کے حلق میں گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں اور آمریت میں کچھ فرق باقی نہیں رہتا اور جمہور کا نام محض ایک فریب اور دھوکہ ثابت ہوتا ہے۔

۱۳۔ برسر اقتدار پارٹی آخر انسانوں کی پارٹی ہوتی ہے فرشتوں کی جماعت نہیں ہوتی اس کے بنائے ہوئے قوانین پر اس کے ذاتی رجحانات اور تعصبات کا اثر پڑنا ایک لازمی امر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں عدل و انصاف کا معیار اس اکثریتی پارٹی کے مفاد کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا۔ پھر یہ معیار اور بھی قطعاً غیر مستقل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب دوسری پارٹی برسر اقتدار آتی ہے تو معیار اور نقطہ نظر تبدیل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں جمہور اور ریاست دونوں کو امن و عیش کہاں نصیب ہو سکتا ہے جب کہ ہر وقت "جرس بر بندید محملہا" کی آواز بلند کر رہا ہو۔

برسر اقتدار پارٹی اقلیتی پارٹی کو ہر ممکن طریقہ سے دبانے کی کوشش کرتی رہتی ہے جس کے نتیجہ میں ان دونوں پارٹیوں کے درمیان نفرت اور تفرقہ کی آگ ہر وقت سلگتی رہتی ہے جس سے بڑے بھیانک نتائج کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔

۱۴۔ جمہوری حکومت میں حکومت کا محور معاشیات کو بنانا پڑتا ہے اس اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتماعی ادارہ (General will) جو جمہوری ریاستوں کا طاغوت و مسجود ہے۔ انفرادی اداروں کے اجتماع سے وجود میں آتا ہے، اور افراد جب خدا کی عبادت اور بندگی سے آزاد ہوں تو ان کا منتہائے مقصود صرف نفس و بدن کے مطالبات کو پورا کرنا ہوتا ہے جو معاشیات کا سر چشمہ ہے۔ بدیں وجہ ہر جمہوری حکومت معاشی مسائل کو اولیت اور اولویت کا درجہ دیتی ہے اور حکومت دیگر تمام مسائل کو معاشی مسائل کے تابع سمجھتی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ کو معاشیات کے تابع کر دینے کا لازمی نتیجہ وہ حیوانیت اور بہیمیت ہے جس کا مشاہدہ ہم مغربی جمہوری ممالک میں کر رہے ہیں۔ اخلاقی حس کی موت، خدا سے بے نیازی بلکہ بیزاری، مادہ پرستی کا غلبہ یہ سب چیزیں اسی شکم پرستی اور حرص و آز کے لازمی نتائج ہیں جن سے نجات اس وقت تک ممکن نہیں جب تک جمہوریت کا عفریت دنیا میں باقی ہے اور جب تک معاشیات کے بت کی پرستش اس عالم میں جاری ہے۔ چنانچہ دنیا کے مشہور ملحد جوزف اسٹالن نے بالکل صحیح کہا تھا کہ!

"لوگوں کو روحانیت اور مذہب سے بیگانہ اور متنفر کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ان کو معاشیات کی جانب زیادہ سے زیادہ متوجہ کر دیا جائے"

جمہوری حکومت میں معاشیات کو محور بنانے کا دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ جمہوریت کے ساتھ نظام سرمایہ داری کا ایک ناقابل انقطاع رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں ہر جگہ نظام سرمایہ داری اور نظام جمہوری ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ لازم و ملزم ہیں۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کسی ملک میں سیاسی نظام جمہوری ہو اور معاشی نظام سرمایہ داری کے علاوہ کچھ اور ہو۔ اس لئے کہ جمہوریت کے بارہ میں دو صورتوں میں سے ایک صورت ضرور ہوگی۔

(۱) جمہوری نظام کے قیام سے قبل ملک میں نظام سرمایہ داری موجود ہو۔ اس صورت میں یہ بات یقینی اور قطعی ہے کہ برسراقتدار پارٹی یا تو خود سرمایہ دار ہوگی یا سرمایہ داروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہوگی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جمہوری نظام کے قیام کے وقت معاشی نظام سرمایہ دارانہ نہ ہو۔ بلکہ اشتراکی یا کوئی اور ہو۔ ایسی صورت میں یہ لازم ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد معاشی نظام رفتہ رفتہ سرمایہ دارانہ نظام میں تبدیل ہو جائے گا جیسا کہ اس سے قبل سوویت یونین میں ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ اس صورت میں جو جماعت بھی جمہوریت میں اقتدار پر قابض ہوگی وہ سرمایہ پر پورا پورا قبضہ رکھے گی، اور اس اپنے مفاد کے مطابق تصرفات کرے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان ملکوں میں اگر شخصی سرمایہ داری نہ بھی ہو تو جماعتی سرمایہ داری تو یقینی ہے جو شخصی سرمایہ داری سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

۱۵۔ جمہوریت میں مذہب و اخلاق کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب تک عوام اپنی شہری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے رہیں مملکت ان سے کسی نظام اخلاق کی پابندی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ریاست کے اس تصور کو سب سے پہلے میکیاولی نے پیش کیا تھا کہ سیاست اور اخلاق و مذہب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ جمہوریت میں چونکہ مادی فوائد و لذائذ کا جمع کرنا زندگی کا سب سے اعلیٰ مقصد قرار پاتا ہے، لہذا ان مادی فوائد کے حصول کے لئے عوام مذہب اور اخلاقی پابندیوں سے گریز کرتے ہیں۔ دوسرے جب سارے لوگ اس (Russel) کے بقول اپنی زندگی کی کشتیاں تملیکی نشاط (Possessive Happiness) کے سمندر میں رکھتے ہوں تو لازمی طور پر وہ رقابت، خود غرضی اور بے جا تصرف کے گرداب میں پھنس جاتے ہیں کیونکہ ان کی خوشی و مسرت محض بیرونی اشیاء کی غلام ہوتی ہے۔ اور جب ان اشیاء کے لئے چھین جھپٹ کی جائے تو اس کا نتیجہ ہر لحاظ سے تباہ کن ہوتا ہے کیونکہ ہر گروہ با اختیار ہونے کا آرزومند ہوتا ہے تاکہ اپنے اس اختیار کے ذریعے زیادہ سے زیادہ دنیوی فوائد سمیٹ سکے۔ یہ جمہوریت کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔

نظری حیثیت سے تو ایک جمہوری ریاست میں ہر فرد کو حاکمیت کے حقوق حاصل ہوتے ہیں اور حکومت کے کارپردازان اس کے ترجمان ہوتے (Representetive) ہیں۔ لیکن عملاً حکومت ایک طبقہ کی ہوتی ہے اور اس طرح مملکت کے باشندوں کا ایک طبقہ دوسرے طبقے کو حاکمیت سے یک قلم محروم کر کے ان پر اپنی خواہشات مسلط کر دیتا ہے اور اس طبقہ کی حیثیت غلاموں جیسی بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ حاکم طبقہ کی سب سے بڑی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنے اور اپنے ہمنوا لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ

فوائد حاصل کرے اور مخالفین کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جائے۔

۱۶۔ جمہوریت کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس میں پریس اور صحافت کی آزادی سلب ہو جاتی ہے۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ جمہوریت میں پریس بالکل آزاد ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت ایک فریب سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اخبار کا اجراء کوئی معمولی شے نہیں ہے۔ کوئی غریب یا درمیانہ طبقہ کا کوئی فرد اخبار جاری نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے زر کثیر درکار ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے صرف اور صرف امیر لوگ ہی اس کو جاری کر سکتے ہیں اور جاری رکھ سکتے ہیں۔ لیکن موجودہ زمانے میں امیر لوگوں کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت کمائیں تاکہ اپنے مخصوص مفادات (Vested Interests) کی پاسبانی اور حفاظت کر سکیں۔ یہ شے اس کے بغیر ممکن نہیں کہ برسر اقتدار طبقہ کی خوشامد کی جائے۔ اس کی برائیوں کو نیکیاں بنا کر پیش کیا جائے۔ ان کے مفادات کا تحفظ کیا جائے تاکہ وہ خوش ہو کر اخبار کی سرپرستی کریں۔ اور زیادہ سے زیادہ اشتہارات اور دوسری رعایات اسے دیں اور مالک اخبار یا مالکان اخبار زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پریس عوام کی راہ نمائی کرنے کے بجائے جھوٹ اگلنے والا چشمہ اور دروغ بافی کا منبع بن جاتا ہے چنانچہ وہ نہ صرف اپنے اداریوں اور مخصوص مقالات میں حکومت کے ہر جائز و ناجائز کی تعریف کرتا ہے بلکہ خبروں کو بھی اس طریقہ سے ترتیب دیا جاتا ہے کہ اس سے برسر اقتدار طبقہ کے مخصوص مفادات کو تحفظ ملتا ہے۔ اور قوم کے چند افراد ان خبروں کو ایک خاص رنگ کی عینک سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اور آزادی فکر یک قلم ختم ہو جاتی ہے۔ اور لوگ ان اخبارات کے مطالعہ سے ہوش سے زیادہ جوش سے کام لیتے ہیں اور جب فکر کا جہاز بے لنگر ہو جائے تو پراپیگنڈہ کی تند و تیز لہریں اپنی مرضی کے مطابق اسے دھکیل کر لے جاتی ہیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے اور اکثر ہوتا ہے کہ جو طبقہ مسند اقتدار پر براجمان ہوتا ہے۔ وہ پریس کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لئے کئی آرڈیننس نافذ کرتا ہے تاکہ درونِ خانہ ظلم و ستم کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور اخبارات اپنی شہ سرخیوں سے سب اچھا کے نعرے لگاتے رہیں۔ علاوہ ازیں حزب اختلاف کی آواز کو دوسروں تک نہ پہنچنے دیں۔ اقتدار کی باگیں قبضہ میں رکھنے والے لوگ یہ نہیں چاہتے کہ وہ اقتدار سے محروم ہوں لہذا سیاسی، اخلاقی اور قومی مفادات کا بہانہ بنا کر حزب اختلاف اور مخالف اخبارات کا گلا گھونٹتے رہتے ہیں۔

انتخابات کی آزادی میں بھی اخبارات کو جو حکومت کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں جائز اور ناجائز نوازشات سے نوازا جاتا ہے۔ اشتہارات اور دوسرے ذرائع سے انھیں ایک قسم کی رشوت دی جاتی ہے صاحب قلم لوگوں کے قلم خریدے جاتے ہیں تاکہ وہ حکومت کے پراپیگنڈہ میں ان کے لئے ممد و معاون ثابت ہوں۔

۱۷۔ پریس کی آزادی کے ساتھ عدلیہ کی آزادی کا بھی جمہوریت میں گلا گھونٹ دیا جاتا ہے تاکہ کوئی ستم رسیدہ اور مظلوم انسان یا پارٹی ان کی طرف رجوع کر کے انصاف حاصل نہ کر سکے۔ کیونکہ جب "مناصب کے دلدادہ" یہ عہدے ایک مخصوص طبقے کے فیضانِ کرم سے حاصل کرتے ہوں تو پھر عدالت کی